تحفظِ حقوقِ نسواں بل

قرآن وسنت کی روشنی میں

دردمندانہ اپیل

سورۂ توبہ آیت **112** کی روشنی میں حدود کی حفاظت ہر مسلمان بھائی اور بہن کی ذمہ داری ہے۔ ہم پر لازم ہے کہ ہم دوسروں تک یہ حقائق پہنچائیں کہ تحفظ حقوقِ نسواں بل کے ذریعہ حدود کو کس طرح پامال کیا گیا اور قرآن وسنت سے کیسے انحراف کیا گیا۔ ہماری اکثریت کو علم ہی نہیں کہ اس بل کے ذریعہ شریعت سے کتنی بڑی بغاوت کی گئی ہے۔لہٰذا آپ سے درخواست ہے کہ :

1- اس کتابچہ کو زیادہ سے زیادہ تعداد میں شائع کر کے لوگوں تک پہنچائیں۔

2- خطوط اور **emails** کے ذریعہ اخبارات اور اربابِ اقتدار سے اس بل کو منسوخ کرنے کی اپیل کریں۔

3- اربابِ اقتدار کو براہِ راست خطوط لکھ کر بل کی منسوخی کا مطالبہ کریں۔

4- بل کے خلاف ہونے والے احتجاجی مظاہروں اور پروگراموں میں شرکت کریں۔

5- اربابِ اقتدار سے بھی درخواست ہے کہ اپنی آخرت کی فکر کریں اور شریعت سے بغاوت پر مبنی بل کے نفاذ سے گریز کریں۔

طبع اوّل (نومبر 2006ء) — 12500

تحفظِ حقوقِ نسواں بل

قرآن وسنت کی روشنی میں

15 نومبر 2006 کو پاکستان کی قومی اسمبلی نے حدود آرڈیننس میں ترامیم کر کے تحفظِ حقوقِ نسواں کے عنوان سے ایک بل کی منظوری دی۔اس بل میں شامل کی گئیں ترامیم کے حوالے سے یہ بحث کی جارہی ہے کہ آیا وہ قرآن وسنت کے مطابق ہیں یا قرآن وسنت سے متصادم ہیں۔ایک طرف اربابِ اقتدار دعویٰ کر رہے ہیں کہ اس بل کی ایک بھی شق قرآن وسنت کے منافی نہیں۔ چودھری شجاعت حسین کا یہ بیان شائع ہوا ہے کہ اگر ایک ترمیم بھی خلافِ اسلام ہوئی تو وہ اسمبلی سے مستعفی ہو جائیں گے۔دوسری طرف علماء کرام اور دینی و علمی حلقوں کی طرف سے اس بل کی کئی ترمیمات کو قرآن وسنت کے منافی قرار دیا جارہا ہے۔نتیجتاً دینی حلقوں کی طرف سے اس بل کے خلاف بھرپور صدائے احتجاج بلند کی جارہی ہے۔ذیل میں اس بل پر تبصرہ اور بل میں کی گئی ترامیم کا ایک جائزہ پیشِ خدمت ہے :

بل پر تبصرہ

☆ حدود قوانین کا تعلق خالصتاً شریعتِ اسلامیہ سے ہے۔منطقی طور پر قرآن وسنت پر مبنی قوانین پر نظرِ ثانی یا کوئی ترمیم کرنے کی اہلیت علمائے کرام ہی کو حاصل ہے۔جس سلیکٹ کمیٹی نے تحفظِ حقوقِ نسواں بل مرتب کیا ہے وہ اس کام کی اہل ہی نہیں تھی کیونکہ اس سلسلہ میں نہ کسی ثقہ اور مستند عالمِ دین سے رہنمائی لی گئی اور نہ ہی بل کے حق میں اُن کی تائید حاصل کی جا سکی۔مشاورت کے لئے حکومت نے جن جید علمائے کرام کی کمیٹی بنائی تھی وہ بھی شکایت کر رہے ہیں کہ بل کی منظوری میں اُن کی سفارشات کو اہمیت نہیں دی گئی ،لہٰذا یہ بل قرآن وسنت کے منافی ہے۔گویا اِس بل کو سرے سے کوئی شرعی جواز حاصل ہی نہیں۔

☆ میڈیا سے بڑے تواتر کے ساتھ پروپیگنڈہ کیا گیا کہ ''حدود اللہ پر بحث نہیں' لیکن کیا حدود آرڈیننس اسلامی ہے''۔ حدود آرڈیننس کے بارے میں تاثر دیا گیا کہ وہ کوئی خدائی قانون نہیں۔ اب سوال پیدا ہوتا ہے کہ حدود قوانین پر بحث کرنے والوں نے جو ترمیمی بل پیش کیا ہے، کیا وہ اللہ کی طرف سے براہِ راست نازل شدہ ہے؟

☆ یہ امر قابل توجہ ہے کہ حد زنا آرڈیننس کی کل دفعات **22** ہیں۔ اِن میں سے گیارہ دفعات (**3،6،7،10،11،12،13،14،15،16،19**) کو مکمل طور پر منسوخ کر دیا گیا ہے، **7** دفعات (**2،4،5،8،9،17،20**) میں جزوی حذف وترمیم کردی گئی ہے۔ ان **7** دفعات میں ترامیم کی تعداد **18** ہے۔ اِس عمل کے بعد صرف **4** دفعات ایسی ہیں جو اپنی اصل شکل میں حدود قوانین میں موجود ہیں۔ اسی طرح حد قذف آرڈیننس کی کل دفعات **20** ہیں۔ اِن میں سے آٹھ دفعات (**4،10،11،12،13،15،16،19**) کو مکمل طور پر منسوخ کر دیا گیا ہے، **6** دفعات (**2،6،8،9،14،17**) میں جزوی حذف وترمیم کردی گئی ہے۔ ان **6** دفعات میں ترامیم کی تعداد **12** ہے۔ اس عمل کے بعد صرف **6** دفعات ایسی ہیں جو اپنی اصل شکل میں حدود قوانین میں موجود ہیں۔ سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اس قدر حذف وترمیم کے بعد موجودہ بل کو ترمیم سے تعبیر کیا جائے یا اسے حدود بل کی منسوخی قرار دیا جائے؟

ترامیم کا جائزہ

1- بل میں ترمیم **17** کے تحت حد زنا آرڈیننس کی دفعہ **19** کو حذف کر دیا گیا ہے۔ اس دفعہ کی ذیلی شق **3** کے ذریعے پاکستان میں زنا بالرضا کے انگریز دور کے **8** قوانین معطل کر دیئے گئے تھے۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ تعزیراتِ پاکستان کے سابقہ قانون (دفعہ **497**) میں کئی امور خلافِ شریعت تھے:

i- اس قانون کی رو سے زنا بالرضا کوئی جرم ہی نہیں تھا' بلکہ صرف وہ زنا جرم تھا جس میں شوہر کی اجازت کے بغیر اُس کی بیوی سے بدکاری کا ارتکاب کیا

جائے۔ بالفاظ دیگر زنا بذات خود کوئی جرم نہیں تھا بلکہ وہ اس لئے جرم تھا کہ کسی دوسرے کے حق میں مداخلت کی گئی ہے۔

ii- سابقہ قانون کے مطابق اگر اس فعل کا ارتکاب اس عورت کے شوہر کی مرضی یا ملی بھگت سے کیا جاتا یا یہ فعل زنا بالجبر کے زمرے میں نہ آتا، تو یہ کوئی جرم ہی نہیں تھا۔

iii- سابقہ قانون کے مطابق اگر کوئی شخص کسی غیر شادی شدہ عورت، بیوہ یا مطلقہ کے ساتھ اس فعل کا ارتکاب کرتا تو اس کا یہ فعل زنا کے زمرے میں نہیں آتا تھا۔

iv- سابقہ قانون میں اس جرم کی سزا **5** سال قید یا جرمانہ یا دونوں تھیں۔ گویا شرعی حد کا نفاذ نہیں تھا۔

v- سابقہ قانون میں یہ جرم قابل راضی نامہ تھا۔ اگر مدعی ملزم کو معاف کر دیتا تو مقدمہ خارج کر دیا جاتا تھا۔ شریعت میں اس کی اجازت نہیں۔

vi- سابقہ قانون میں یہ جرم قابل ضمانت تھا۔ ملزم گرفتار ہوتے ہی ضمانت پر رہا کر دیا جاتا تھا۔ یہ معاملہ بھی شریعت کے خلاف ہے۔

موجودہ بل میں اس سابقہ قانون کو بحال کرنے کے لئے حد زنا آرڈیننس کی دفعہ **19** کو کلی طور پر منسوخ کر دیا گیا ہے۔ اس کا نتیجہ یہ نکلے گا کہ پھر وہی دورِ جاہلیت لوٹ آئے گا کہ پاکستان میں کنواری، بیوہ یا مطلقہ کا زنا بالرضا کوئی جرم ہی نہیں رہے گا۔ یہ اس بل کی سب سے خطرناک بلکہ شرمناک ترمیم ہے جو صرف خلافِ اسلام ہی نہیں بلکہ شریعت سے بغاوت کے مترادف ہے۔ کیا پاکستانی پارلیمنٹ اور سینیٹ کے معزز اراکین اور زعمائے قوم نے ایسے بل کے حق میں اپنے ووٹ استعمال کر کے اللہ کے غضب کو دعوت نہیں دی؟

2- بل میں ترمیم **12** کے تحت حد زنا آرڈیننس کی دفعہ **3** اور ترمیم **29** کے تحت حد قذف آرڈیننس کی دفعہ **19** کو کلی طور پر حذف کر دیا گیا ہے۔ ان دفعات کا قصور یہ ہے کہ اِن کی رو سے حدود قوانین (حدود اللہ) کو تمام دیگر قوانین پر فوقیت دی گئی ہے۔ دوسری

طرف سابقہ تعزیراتِ پاکستان (درحقیقت تعزیراتِ برطانوی ہند) کی دفعات کو دوبارہ زندہ کر دیا گیا ہے۔ان ترامیم کے ذریعہ بڑی ڈھٹائی سے باہم متضاد قانون سازی کی جارہی ہے۔سابقہ قانون میں کنوارے یا کنوری کے لئے زنا بالرضا کی صورت میں بدکاری کی کوئی سزا نہیں رہے گی مگر دوسری طرف حدود قوانین میں ان کے لئے سزا موجود ہے۔حدود قوانین کی سابقہ قانون پر کوئی برتری باقی نہ رہنے سے ان قوانین کی بچی کھچی دفعات کی حیثیت بھی متضاد اور دوہری قانون سازی کی بنا پر عملاً محض نمائشی رہ جائے گی اور بظاہر پاکستان میں حدود اللہ کا نام تو باقی رہے گا لیکن زنا قانوناً جرم ہی نہیں ہوگا۔

یہ بات بھی خلافِ اسلام ہے کہ ایک طرف انگریز کے بنائے ہوئے ایکٹ نمبر 45 بابت 1860ء کے قوانین یا انسانی قوانین کو تو ترجیح حاصل ہو، لیکن اللہ کے قوانین کو ایک اسلامی مملکت میں کوئی نمایاں جگہ نہ مل سکے۔جبکہ سورۃ النساء کی آیت 65 اور سورۂ احزاب کی آیت 36 کی رو سے نبی کریم ﷺ کے فیصلے کو قبول نہ کرنے والوں کا دین وایمان خطرے میں ہے۔

حدزنا آرڈیننس کی دفعہ 3 کی منسوخی سے خواتین پر جو ظلم ہوگا، اُسے ایک مثال سے سمجھا سکتا ہے۔ملک میں رائج عائلی قوانین کے تحت اگر کوئی مرد اپنی بیوی کو طلاق دے دے تو وہ طلاق اس وقت تک مؤثر نہیں ہوتی جب تک اس کا نوٹس یونین کونسل کے چیئرمین کو نہ بھیجا جائے۔اگرچہ شرعی اعتبار سے طلاق کے بعد عدت گزار کر عورت جہاں چاہے نکاح کر سکتی ہے، لیکن عائلی قوانین کا تقاضا یہ ہے کہ جب تک یونین کونسل کو طلاق کا نوٹس نہ جائے قانوناً وہ طلاق دینے والے شوہر کی بیوی ہے اور اسے کہیں اور نکاح کی اجازت نہیں ہے۔اب ایسے بہت سے واقعات ہوئے ہیں کہ شوہر نے طلاق کا نوٹس یونین کونسل میں نہیں بھیجا اور عورت نے اپنے آپ کو مطلقہ سمجھ کر عدت کے بعد دوسری شادی کر لی۔اب اس ظالم شوہر نے عورت کے خلاف زنا کا دعوٰی

کر دیا، کیوں کہ عائلی قوانین کی رُو سے وہ ابھی تک اُسی کی بیوی تھی۔جب اس قسم کے بعض مقدمات آئے تو سپریم کورٹ کی شریعت بنچ نے حدود آرڈیننس کی دوسرے اُمور کے علاوہ اس کی دفعہ 3 کی بنیاد پر ان خواتین کو رہائی دلوائی اور یہ کہا کہ آرڈی نینس چونکہ شریعت کے مطابق بنایا گیا ہے اور شریعت میں اس عورت کا دوسرا نکاح جائز ہے اس لئے اُس کے نکاح کے بارے میں عائلی قانون کا اطلاق نہیں ہوگا کیوں کہ یہ حدود کا قانون دوسرے تمام قوانین پر بالا ہے۔اب دفعہ 3 کی منسوخی سے خواتین پر جو ظلم دوبارہ شروع ہو جائے گا۔

3- حدزنا آرڈیننس کی دفعہ 4 میں ہر اس مباشرت کو زنا قرار دیا گیا تھا جو دو مرد و عورت جائز نکاح کے بغیر کریں۔لیکن اس دفعہ میں ترمیم 13 کے تحت جائز نکاح کے لفظ سے ’جائز‘ کو حذف کیا جارہا ہے۔گویا ایک شادی شدہ خاتون اگر اپنے شوہر سے طلاق لیے بغیر یا مطلقہ عورت عدت کی مدت مکمل ہوئے بغیر کسی اور مرد سے نکاح کرتی ہے شریعت کی رو سے یہ نکاح ناجائز ہے اور زنا کہلائے گا لیکن موجودہ بل کے ذریعہ اس کو جائز کر دیا گیا ہے۔

4- زیرِ نظر بل میں زنا سے ملتے جلتے تمام تعزیری جرائم کو حدود آرڈی نینس سے نکال کر تعزیرات پاکستان میں منتقل کر دیا گیا ہے اور حدِ زنا آرڈی نینس میں صرف زنا بالرضا موجب حد کا جرم باقی رہ گیا ہے۔لہٰذا اس ترمیم کا نتیجہ یہ ہوگا کہ اگر کسی مرد پر زنا موجبِ حد کا الزام ہو، لیکن شہادتوں کے نتیجہ میں یہ بات ثابت ہو جائے کہ مرد نے عورت پر زبردستی کی تھی، یا زنا ثابت نہ ہو، لیکن عورت کو اغوا کرنا ثابت ہو جائے تو عدالت ملزم کو نہ زنا کی سزا دے سکے گی، نہ اغوا کرنے کی۔عدالت یہ جانتے بوجھتے اُسے چھوڑ دے گی کہ اس نے عورت کو اغوا کیا تھا اور اس پر زبردستی کی تھی۔اُس کے بعد یا تو ملزم بالکل چھوٹ جائے گا یا اُس کے لئے از سرِ نو اغوا کی درخواست داخل کرنی ہوگی اور عدالتی کارروائی کا چکر نئے سرے سے شروع ہوگا۔

5- بل میں ترمیم 14 کے تحت زنا بالجبر کے جرم کو آرڈیننس سے خارج کر دیا گیا ہے اور اس پر سے حد کی سزا ختم کر دی گئی ہے۔ حالانکہ اس بات پر امت کا اجماع ہے کہ حدود کے ضمن میں متعین سزائیں زمان و مکان بدلنے سے تبدیل نہیں ہوسکتیں۔ اِسی طرح حدود کے معاملہ میں جرم ثابت ہونے پر کسی حاکم یا قاضی کو سزا معاف کرنے اور کمی یا بیشی کرنے کا اختیار نہیں۔ اِس معاملہ میں سفارش کرنا یا سفارش قبول کرنا بھی حرام ہے۔ توبہ کرنے سے دنیا کی سزا معاف نہیں ہوتی البتہ آخرت میں معافی مل سکتی ہے۔ زنا بالجبر کے جرم میں عدالت کو اختیار دے دیا گیا ہے کہ وہ سزائے موت اور قید میں سے کسی کا انتخاب کر لے۔ یہ فیصلہ قرآنی احکامات کے خلاف ہے۔

6- بل میں زنا بالرضا کی سزا شادی شدہ ہونے کی صورت میں موت تک سنگسار کرنا اور اگر غیر شادی شدہ ہونے کی صورت میں ایک سو تک کوڑوں کی سزا رکھی گئی ہے۔ اس امر کو بل کے ٹیبل نمبر 8 میں دیکھا جا سکتا ہے۔ سورۃ النور آیت 2 کی رُو سے غیر شادی شدہ زانی کے لئے متعین سزا، سو کوڑے ہے جبکہ بل میں موجود غیر شادی شدہ کی سزا، سو کوڑے نہیں، بلکہ سو کوڑے تک بیان کی گئی ہے، جس سے یہ بات واضح ہے کہ جج سو کوڑوں سے کم کی سزا بھی دے سکتا ہے۔ یہ قرآنی حکم کی واضح خلاف ورزی ہے۔

7- بل کی ترمیم 19 کے تحت حد زنا آرڈیننس کی دفعہ 20 شق 5 کو حذف کر دیا گیا۔ اس شق کے مطابق صوبائی حکومت کو سزا معطل کرنے، اس میں تخفیف کرنے یا تبدیلی کرنے کا جو اختیار دیا گیا ہے، اُس کا اطلاق حد کی سزا پر نہیں ہوگا۔ یہ شق اس ارشادِ نبوی ﷺ کی روشنی میں مرتب کی گئی تھی کہ جب کسی شخص کے خلاف ضروری کاروائی کے نتیجے میں حد کا فیصلہ ہو جائے تو اُس کی سزا کو معاف یا کم کرنے کا کسی کو اختیار نہیں ہے۔ اس شق کو حذف کر کے ارشادِ نبوی ﷺ کی سنگین خلاف ورزی کی گئی ہے

8- بل کی ترمیم نمبر 9 میں طے کیا گیا ہے کہ رپورٹ یعنی شکایت کے مرحلے پر ہی مدعی کے

علاوہ چار تحریری حلفیہ گواہیاں بھی جمع کرائی جائیں۔ قانون کے اجرا کا یہ طریقہ نہ صرف خلافِ اسلام بلکہ خلافِ عقل بھی ہے۔ دورِ نبوی ﷺ کے متعدد واقعات میں زنا کی شکایتیں محض ایک شخص کے کہنے پر درج کی گئیں۔ اسلام کی رو سے زنا کرنے والے مرد یا عورت کا اکیلا اعتراف بھی ان پر حد کی سزا قائم کرنے کے لئے کافی ہے۔ پھر اسلام میں زنا پر چار گواہیاں بھی مدعی کو شامل کر کے شمار کی جاتی ہیں، نہ کہ اس کو نکال کر۔ پاکستان میں اس سے بھی زیادہ سنگین جرائم مثلاً بغاوت یا قتل وغیرہ کے لئے پہلے مرحلہ پر ہی جرم کو مکمل ثابت کرنے کا تقاضا نہیں کیا جاتا پھر حدود قوانین کے خلاف ہی یہ امتیاز کیوں برتا جا رہا ہے؟ یہ معاملہ خلافِ عقل اس لئے ہے کہ ہر جرم کی گواہیاں اس مرحلے پر لی جاتی ہیں، جب جرم کا فیصلہ کر کے مجرموں کو سزا سنانا یا بری کرنا مقصود ہو جبکہ FIR (فرسٹ انفارمیشن رپورٹ) میں تمام گواہیاں ضروری نہیں ہوتیں۔ یہ رپورٹ دراصل جرم کے خلاف پولیس کے کام میں معاونت ہے کیوں کہ جرائم کی روک تھام اور اِس حوالے سے تفتیش کرنا پولیس ہی کی ذمہ داری ہے۔ اس کی بجائے رپورٹ کرنے والے کو چار گواہیوں کا پابند کرنے کا مطلب تو یہ ہے کہ اس نے ظلم کے خلاف رپورٹ کر کے بذاتِ خود ایک جرم کا ارتکاب کیا ہے، لہٰذا اسے چاہئے کہ وہ پہلے اپنی صفائی پیش کرے۔ گویا اس ترمیم کے ذریعے مجرموں کی حوصلہ افزائی اور مدعی کو ہراساں کیا جا رہا ہے۔

9- حدود سے متعلق جرائم میں پولیس کو ازخود کسی قسم کی کاروائی سے روک دیا گیا ہے۔ اب معاشرے میں خواتین کے ساتھ چھیڑ چھاڑ کرنے والوں، کھلے عام نازیبا حرکات اور فحش کام کرنے والوں کو کھلی چھوٹ مل جائے گی اور عصمت فروشی کے اڈوں کی راہ میں حائل تھوڑی بہت رکاوٹ بھی ختم ہو کر رہ جائے گی۔

10- حدود قوانین کو پولیس کی رپورٹنگ سے نکال کر سیشن کورٹ کے دائرۂ عمل میں داخل کر دیا گیا ہے۔ اب عملاً ایسے جرائم کی روک تھام اور رپورٹ انتہائی مشکل ہو جائے گی۔

پنجاب بھر کے **34** اضلاع میں صرف ایک ایک سیشن عدالت ہے۔ان عدالتوں میں اس طرح کے کیسوں کا اندراج عام شہری کے لئے انتہائی مشکل ہوگا۔بعض اضلاع تو اس قدر وسیع وعریض ہیں کی ایک رپورٹ درج کرانے کے لئے بعض اوقات پورا دن درکار ہوتا ہے۔ یوں بھی ان عدالتوں کے اوقاتِ کار تھانوں کے برعکس کافی محدود ہوتے ہیں۔

11- بل کی ترمیم نمبر **22** میں طے کیا گیا ہے کہ ''عدالت کا افسر صدارت کنندہ مجرم کو بری کرتے ہوئے اگر مطمئن ہو کہ جرم قذف مستوجبِ حد کا ارتکاب ہوا ہے تو وہ قذف کا کوئی ثبوت طلب نہیں کرے گا اور حد قذف کے احکامات صادر کرے گا۔'' ان ترامیم سے پتہ چلا کہ چار گواہوں کے بعد بھی زنا کے ملزم کی بریت جج کی اپنی صوابدید پر منحصر ہے اور دوسری طرف مدعی پر از خود قذف کی سزا لاگو ہوجائے گی اور اس صورت میں مدعی کے خلاف قذف کے کسی ثبوت یا عدالتی کاروائی کی ضرورت نہ ہوگی۔ محض جج کا ذاتی اطمینان ہی کافی ہوگا۔ان ترامیم کی رو سے ایک طرف زنا کے ملزمین کو غیر معمولی تحفظ دیا جارہا ہے اور ان کے خلاف رپورٹ کو مشکل تر بنایا جارہا ہے اور دوسری طرف رپورٹ کرانے والے پر قذف کی سزا لاگو کرکے اس کو بنیادی حقوق مثلاً ثبوت الزام کے لئے مطلوبہ گواہیوں اور عدالتی کاروائی وغیرہ سے بھی محروم کیا جارہا ہے۔گویا مجرمین کی حوصلہ افزائی کی جارہی ہے اور مظلومین کو ہراساں کیا جارہا ہے۔کیا یہ طرزِ عمل اسلام کی عادلانہ تعلیمات کے مطابق ہے؟ کیا اس سے عورتوں کے حقوق کا تحفظ ہوگا یا اُن پر ظلم بڑھ جائے گا۔

12- بل میں حدود سے متعلق جرائم کو قابلِ ضمانت قرار دیا گیا ہے تاکہ قید میں رہ کر مجرم یاسیت اور محرومی کا شکار نہ ہوجائیں۔ یہ حدود سے متعلق شریعت کے احکامات کی کھلی خلاف ورزی ہے اور اسی کی وجہ سے معاشرے میں غیرت کے نام پر غیر قانونی قتل کا سلسلہ رواج پاتا ہے۔

مذکورہ بالا ترامیم کا نتیجہ

فرض کیجئے کہ ایک جگہ زنا کا وقوعہ ہوتا ہے۔اب ایسا شخص کہ جس کی عزیزہ سے زیادتی ہوئی ہے، وہ دادرسی کے لئے شکایت درج کرانے نکلتا ہے تو سب سے پہلے چار گواہوں کو تیار کرنا اس کی ذمہ داری ہے جو تحریری حلفیہ گواہی دے سکیں۔اس مرحلے پر عدالتوں میں سماعت و دادرسی کی ناگفتہ بہ صورتِ حال اور حدقذف کی لٹکتی تلوار سے ڈر کر کوئی آدمی اس مقصد کے لئے راضی ہی نہیں ہوگا۔اُنہیں راضی کرنے میں ہی وہ شریف آدمی اپنی عزت کی مزید رسوائی تو کمالے گا جبکہ ابھی زنا کے حقیقی مجرموں کی سزا کا دور دور تک کوئی امکان نہیں۔اب دور دراز سے سفر کرکے مدعی اور چار گواہ سیشن عدالت میں جا پہنچتے ہیں تو وہاں چاروں گواہ حلفیہ تحریری بیان جمع کرائیں گے۔اگر اس کے باوجود عدالت کو وقوعہ پر ہی اطمینان نہ ہوا تو ان گواہوں پر قذف کی سزا از خود لاگو ہوجائے گی، جہاں عدالت میں مزید کسی ثبوت یا ملزم کو اپنے دفاع کی گنجائش بھی نہیں ملے گی۔ بالفرض اگر عدالت اُن کی گواہی سے مطمئن ہوکر مقدمہ داخل سماعت کرلیتی ہے، تب بھی مجرموں کو فکرمندی کی کوئی ضرورت نہیں کیوں کہ یہ جرم قابل ضمانت ہے، اور عدالت کو مجرموں کی یاسیت اور محرومی کا بھی پورا پورا احساس ہے۔ان حالات میں سوچیے کہ اصل مجرم وہ ہے جس نے زنا کا ارتکاب کیا یا وہ جس نے اس کو دیکھنے کا گناہ کیا اور جس کی عزت سر بازار پامال ہوئی؟ زنا بالجبر کے جرم کا شکار تو خود عورت ہوتی ہے، اس کے لئے چار گواہوں کی شرط کے بعد قانون کی مدد لینا کیوں کر ممکن ہوگا۔ یہ بل زنا کی شکار عورت پر صریح ظلم بن گیا ہے نہ کہ تحفظ خواتین بل۔زنا بالرضا انگریز دور کے قوانین بحال ہونے کی بنا پر جائز، حدود قوانین تمام دیگر قوانین کے تابع اور زنا بالجبر میں بھی عورت کے لئے چار گواہ۔نتیجہ واضح ہے کہ اسلامی جمہوریہ پاکستان میں زنا کے لئے ہر طرح کی کھلی چھوٹ دے دی گئی ہے۔

13- حدِ زنا آرڈیننس کی دفعہ 10 میں زنا کے علاوہ اقدام زنا، فحاشی اور مبادیاتِ زنا کی بھی سزائیں مقرر کی گئی تھیں۔ جب جنسی فعل کی مکمل شہادتیں پوری نہ ہوں تو اس وقت فحاشی کے ارتکاب کے جرم میں تعزیرات دی جاتی تھیں تا کہ معاشرے میں فحاشی پھیلانے والوں کی حوصلہ شکنی ہو۔ موجودہ بل میں ترمیم 17 کے تحت اِن تعزیری سزاؤں کو منسوخ کردیا گیا ہے تا کہ بے حیائی کے فروغ میں کوئی رکاوٹ نہ رہے۔ زنا موجبِ حد کے لئے جو سخت ترین شرائط ہیں وہ بعض اوقات محض فنی وجوہ سے پوری نہیں ہوتیں، ایسی صورت میں جبکہ مضبوط شہادتوں سے فحاشی کا جرم ثابت ہو تو اس پر نہ صرف یہ کہ زنا کا مقدمہ سننے والی عدالت کوئی سزا جاری نہیں کرسکتی، بلکہ اس کے خلاف فحاشی کی کوئی نئی شکایت بھی درج نہیں کی جاسکتی۔ سوچنے کی بات ہے کہ ایسے شخص کے خلاف فحاشی کا مقدمت دائر کرنے پر کلی پابندی عائد کردینا فحاشی کو تحفظ دینے کے سوا اور کیا ہے؟

14- سورۃ النساء آیت 15 میں زنا کے چار گواہوں کے لئے مسلم ہونے کی شرط لگائی ہے، جبکہ موجودہ بل کی ترمیم 9 کے تحت یہ گواہی غیر مسلم بھی دے سکتے ہیں۔ یہ ترمیم بھی غیر اسلامی ہے۔

15- بل میں ترمیم 5 کی ذیلی دفعہ پنجم میں 16 برس سے کم عمر کی لڑکی سے ہونے والے زنا کو لازماً زنا بالجبر قرار دیا گیا ہے جس کی وجہ یہ پیش کی گئی ہے کہ اس سے کم عمر لڑکی کی رضامندی کا کوئی اعتبار نہیں۔ یہ ترمیم بھی خلافِ اسلام اور زمینی حقائق سے متصادم ہے۔ اس ترمیم کے ذریعے 16 برس تک کی لڑکی کے زنا کو قانونی تحفظ دیا گیا ہے تا کہ ایسے زنا کو لازماً زنا بالجبر تصور کرکے لڑکی کو سزا سے مستثنیٰ رکھا جائے۔ جبکہ امر واقعہ یہ ہے کہ بلوغت کے فوراً بعد ہی کئی لڑکیاں زنا بالرضا کی مرتکب ہوتی ہیں جیسا کہ مغربی طرز کے اسکولوں کے اعداد و شمار میں اس امر کا کافی ثبوت موجود ہے۔ زنا کا تعلق ذہنی بلوغت کے بجائے جسمانی بلوغت اور جنسی فعل انجام دینے کی صلاحیت سے ہے۔ پھر تعزیراتِ پاکستان کی دفعہ 83 کے تحت 12 برس تک کے بچے کو ہی فوجداری جرم سے

استثناء کی رعایت مل سکتی ہے لیکن اس ترمیم میں یہ رعایت 16 برس تک دی جارہی ہے۔ زنا کے جرم سے ہی یہ امتیاز کیوں برتا جارہا ہے؟

16- فوجداری قوانین میں زنا یا اس فعل میں تعاون سے متعلق جرائم میں کوڑوں کی سزا بالکل ختم کردی گئی ہے۔ شریعتِ اسلامی نے قید سے زیادہ زور، جرمانے یا کوڑوں کی سزا پر دیا ہے۔ قید کی سزا ایک انسان کے ساتھ بھی زیادتی ہے، یہ کئی دیگر خرابیوں کی وجہ بھی بنتی ہے اور یہ ملکی وسائل پر بھی ایک بوجھ ہے۔

17- زنا آرڈی نینس کی دفعہ 20 میں یہ کہا گیا تھا کہ اگر عدالت کو شہادتوں سے یہ بات معلوم ہو کہ ملزم نے کسی ایسے عمل کا ارتکاب کیا ہے جو حدود آرڈی نینس کے علاوہ کسی اور قانون کے تحت جرم ہے، تو اگر وہ جرم عدالت کے دائرۂ اختیار میں ہو تو وہ ملزم کو اُس جرم کی سزا دے سکتی ہے۔ اب زیر نظر بل میں ترمیم 28 کے تحت عدالتوں پر یہ پابندی عائد کرنا کہ شہادت کے مطابق مختلف جرائم سامنے آنے پر وہ دوسرے جرائم میں سزا نہیں دے سکتیں مجرموں کی حوصلہ افزائی ہے۔ اس کے نتیجے میں مقدمات ایک عدالت سے دوسری عدالت منتقل ہوں گے اور عدالتی پیچیدگیاں بھی پیدا ہوں گی۔

18- قذف آرڈی نینس کی دفعہ 14 میں قرآن کریم کے بیان کے مطابق لعان کا طریقہ درج ہے۔ اگر کوئی مرد اپنی بیوی پر زنا کا الزام لگائے اور چار گواہ پیش نہ کرسکے تو عورت کے مطالبے پر اُسے لعان کی کاروائی میں اپنی صداقت کے ثبوت کے لئے قسمیں کھانی ہوں گی۔ بیوی کی جوابی قسموں کے بعد ان کے درمیان نکاح فسخ کردیا جائے گا۔ قذف آرڈی نینس میں کہا گیا ہے کہ اگر شوہر لعان کی کاروائی سے انکار کرے تو اُسے اُس وقت تک حراست میں رکھا جائے گا، جب تک وہ لعان پر آمادہ نہ ہو۔ یرنظر بل کی ترمیم 26 میں یہ حصہ حذف کردیا گیا ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ اگر شوہر لعان پر آمادہ نہ ہو تو عورت بے بسی سے لٹکی رہے گی۔ نہ اپنی بے گناہی، لعان کے

ذریعے ثابت کرسکے گی اور نہ نکاح فسخ کرا سکے گی۔ مرد کو یہ چھوٹ دینا کہ وہ عورت کے مطالبے کے باوجود ''لعان'' کی کاروائی میں شرکت سے انکار کر کے عورت کو معلق چھوڑ دے، قرآن کریم کے حکم کے منافی ہے۔

19- قذف آرڈی نینس کی دفعہ **14** میں کہا گیا ہے کہ اگر لعان کی کاروائی کے دوران عورت زنا کا اعتراف کرلے تو اس پر زنا کی سزا جاری ہوگی۔ زیر نظر بل میں میں ترمیم **26** کے تحت یہ حصہ بھی حذف کر دیا گیا ہے۔ حالانکہ اعتراف کر لینے کے بعد سزائے زنا کے جاری نہ ہونے کے کوئی معنی نہیں ہیں، جبکہ لعان کی کاروائی عورت کے مطالبے پر ہی شروع ہوتی ہے، اور اُسے اعتراف کرنے پر کوئی مجبور نہیں کرتا۔

تحفظِ حقوقِ نسواں بل کے مضر اثرات

1- یہ دعویٰ کیا گیا تھا کہ قوم کو تقسیم کرنے والے ایشوز پر اتفاق رائے پیدا کرنے کے لئے ''ذرا سوچئے'' کی مہم چلائی جارہی ہے۔ ذرا سوچیے! قوم اس بحث سے پہلے اتنی تقسیم نہ تھی جتنی اب ہوگئی ہے!! ''حدود قوانین کے نفاذ کے موقع پر اگر مسلمانانِ پاکستان کو ان پر اتفاق تھا جسے بعد کی پانچ اسمبلیوں نے سند جواز بخش کر صدارتی آرڈینینس سے حدود کا درجہ دیا، تین بار مختلف اسمبلیوں میں ان قوانین میں ترمیم کا بل پیش ہوا جسے سندِ قبولیت نہ مل سکی، تو اس کے بالمقابل وہ ''خدائی ترامیم'' جو اپنے یومِ آغاز سے پوری قوم کو منتشر کر چکی ہیں، اُن کی کیا حیثیت ہے؟ اِن کا ثمرہ یہ ہے کہ پوری قوم میں ہر جگہ مباحثہ ومجادلہ کی کیفیت طاری ہو چکی ہے۔

2- دعویٰ کیا گیا کہ یہ قانون خواتین کے تحفظ کے لئے ہے جبکہ موجودہ قانون کی صورت میں زنا کرنے والے مرد کے خلاف شکایت کو ناممکن بنا کر خواتین پر مزید ظلم کیا جارہا ہے۔ آخر کار یہ بل ''تحفظِ حقوقِ نسواں'' کے بجائے ''تحفظِ مجرمین'' قرار پائے گا جس سے پاکستان میں خواتین کی حرمت وتقدس پامال ہونے کا خطرہ کہیں زیادہ بڑھ جائے گا۔

3- پروپیگنڈا کیا گیا کہ بل میں کتاب وسنت کے خلاف ایک بھی شق نہیں ہوگی، لیکن بل میں بعض ترامیم اسلامی احکامات کے صریح خلاف ہیں اور جرائم کی سزاؤں کا ایسا طریقِ کار وضع کیا گیا ہے کہ عملاً سزا کا امکان ہی باقی نہیں رہتا۔ بل کے اس مختصر جائزے سے یہ بھی بخوبی اندازہ ہوجاتا ہے کہ ترامیم، حدود آرڈیننس کی بجائے حدود اللہ میں کی گئی ہیں۔ یہ اللہ اور اُس کے رسول ﷺ کی تعلیمات سے بغاوت اور کافرانہ فعل ہے۔ اللہ کے کسی حکم پر عمل درآمد نہ کرنا بھی گناہ ہے لیکن اُسے منسوخ کر دینا طغیانی اور کفر کے ذیل میں آتا ہے۔ صدر امریکا جارج واکر بش اور وزیر اعظم برطانیہ ٹونی بلیئر نے برملا اس بل کی تحسین کی ہے۔ اسے روشن خیالی، آزاد روی اور جدت پسندی کا مظہر قرار دیا ہے۔ غور فرمایئے! جس بل کی تحسین ایسے لوگوں کی طرف سے ہو، وہ کس حد تک شریعت کے مطابق ہوسکتا ہے؟

4- اس بل میں جرم زنا کی رپورٹ اور سزا کا طریقِ کار اس قدر پیچیدہ ہے کہ مجرم کے لئے سزا پانے کا امکان ہی نہیں۔ اس کا نتیجہ ملک میں بے راہ روی کے مزید فروغ اور فحاشی و بے حیائی کی صورت میں نکلے گا۔ بے راہ روی کا مردوں کے بجائے عورتوں کو زیادہ نقصان ہے۔ محسوس ہوتا ہے کہ ہم تیزی کے ساتھ مغرب کے بے حیا کلچر کو اپنے معاشروں میں فروغ دے رہے ہیں۔ اس کے مظاہر ہیں اسمبلیوں میں خواتین کے لئے 33 فیصد نشستیں، الیکٹرانک اور پرنٹ میڈیا پر فحاشی کا طوفان، ہورڈنگز پر نیم عریاں تصاویر، میراتھن ریسز کا انعقاد اور اب نام نہاد تحفظِ حقوقِ نسواں بل کی منظوری۔

5- اگر یہ بل تمام مراحل طے کر کے خدانخواستہ قانون کا درجہ حاصل کر لیتا ہے تو :

(i) عملاً پاکستان قرآن وسنت کے صریح احکام اور پاکیزہ سماجی اقدار کے ماحول سے نکل کر مغرب کے بے غیرتی اور بے حمیتی اور فروغِ فحاشی کے ماحول میں چلا جائے گا۔

(ii) جب قانون زنا اور فحاشی کو روکنے میں ناکام رہے گا بلکہ قانون کا علامتی خوف بھی اٹھ جائے گا، تو پاکستان میں ''کاروکاری'' ''غیرت کے نام پر قتل'' اور ماورائے عدالت انتقامی کاروائیوں کو فروغ ملے گا، کیوں کہ پاکستانی معاشرہ بالعموم اور مسلمان بالخصوص اس بے غیرتی کو ہضم نہیں کر پائیں گے۔

(iii) غیر شادی شدہ جوڑے، مغرب کی طرح اکٹھے رہنا چاہیں یا ہوٹل میں کمرہ بک کر کے سیاہ کاری کرنا چاہیں تو انہیں قانون کا کوئی ڈر نہیں رہے گا۔

اللہ تعالیٰ ہمارے اراکین اسمبلی اور حکمرانوں کو ہدایت دے کہ وہ چندروزہ اقتدار کے لئے اللہ کی حدود سے یہ مذاق اور کھیل بند کریں۔ اللہ کی گرفت دنیا میں بھی سخت ہے اور آخر کار روزِ محشر سب کو اس کے حضور جواب دہ ہونا ہی ہے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے :

''بلاشبہ جو لوگ چاہتے ہیں کہ اہلِ ایمان میں فحاشی پھیلے، ان کے لئے دنیا و آخرت میں دردناک عذاب ہے''۔ (سورۃ النور آیت **19**)

''اور جو کوئی اللہ اور اُس کے رسولؐ کی نافرمانی کرے گا اور اللہ کی طے کردہ حدود کو پامال کرے گا، اللہ اُسے دوزخ میں ڈالے گا جہاں وہ ہمیشہ رہے گا اور اُس کو ذلت کا عذاب ہوگا''۔ (سورۃ النساء آیت **14**)

تحفظِ حقوقِ نسواں کے لئے کرنے کے کام

حکومت نے تحفظِ حقوقِ نسواں بل پر مشاورت کے لئے چند جید علمائے کرام پر مشتمل ایک کمیٹی تشکیل دی تھی۔ اس کمیٹی میں مفتی محمد تقی عثمانی صاحب، مفتی منیب الرحمان صاحب، ڈاکٹر سرفراز نعیمی صاحب، مولانا محمد حنیف جالندھری صاحب، مولانا زاہد الراشدی صاحب، مفتی غلام الرحمان صاحب اور مولانا محمد حسن جان صاحب شامل تھے۔ اس کمیٹی نے حکومت کو تحفظِ حقوقِ نسواں کے لئے مندرجہ ذیل سفارشات پیش کیں تھیں :

(i) خواتین کو عملاً وراثت سے عام طور پر محروم رکھا جاتا ہے۔ اس کے سدباب کے لئے مستقل قانون بنایا جائے۔ خاص طور پر جاگیردار معاشرہ میں عورتوں کو وراثت سے محروم کر کے زرعی جائیداد کو اپنے خاندان میں روکے رکھنے کے لئے قرآن سے شادی کا غیر اسلامی تصور اپنایا جاتا ہے، اِسے تعزیری جرم قرار دیا جائے۔

(ii) وٹہ سٹہ کی شادی جس میں متبادل رشتوں کے طور پر عورتوں کا نکاح کرلیا جاتا ہے اور عورتیں مہر سے محروم رہتی ہیں، اِسے تعزیری جرم قرار دیا جائے۔

(iii) ونی کی رسم کو تعزیری جرم قرار دیا جائے، جس میں قصاص کے مالی بدل کے طور پر قاتل کے خاندان کی چھوٹی بچیوں کا نکاح مقتول کے خاندان کے مردوں سے کردیا جاتا ہے اور بعض اوقات عمروں میں بے انتہا تفاوت ہوتا ہے، اس سے اسلام اور پاکستان کی بدنامی ہوتی ہے۔

(iv) عورتوں کی خرید و فروخت اور انہیں میراث بنانے کے غیر شرعی رواج اور رسوم کا قانونی سدباب کیا جائے۔ بعض علاقوں میں مہر عورت کی بجائے اس کے والد یا ولی لیتے ہیں۔ اِسے جرم قرار دیا جائے۔

(v) عاقلہ بالغہ خاتون کی شادی اگر اس کی رضامندی کے بغیر کی جائے تو اسے تعزیری جرم قرار دیا جائے۔

(vi) بیک وقت تین طلاق دینے کو تعزیری جرم قرار دیا جائے اور جو نوٹری پبلک یا اوتھ کمشنر یا وثیقہ نویس ایک وقت میں تین طلاق کی دستاویز مرتب کرے اسے بھی شریک جرم قرار دیا جائے۔

(vii) کاروکاری کے لئے عبرتناک سزا تجویز کی جائے اور برسرعام دی جائے۔